AL-‘ULŪM ISSN: 2709-3484 (Print) | 2709-3492 (Online)
https://alulum.net/ojs/index.php/aujis/about
(January-June) 2025, 6:1(23-44)

پاکستان میں بین الصوبائی آبی تنازعات اور اُن کا حل سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

صائمہ اظہر، لیکچرار، وفاقی اردو یونی ورسٹی آف آرٹس، سائنس و ٹیکنالوجی، اسلام آباد
بریرہ نذیرہ، پی ایچ ڈی سکالر، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاکستان سٹڈیز، قائد اعظم یونی ورسٹی، اسلام آباد

Inter-Provincial Water Disputes in Pakistan and its Solution in the Light of *al-Sīrah al-Nabaviyah*

Saimah Azhar,
Lecturer, Federal Urdu University of Arts, Science and Technology, Islamabd
Bareerah Nazeer,
PhD Scholar, National Institute of Pakistan studies, Qaid-e-Azarm University, Islamabad.

Keywords:
Pakistan, Inter-provincial, water dispute, history, Sīrah,

Abstract: The issue of inter-provincial water disputes in Pakistan has emerged as a critical challenge to federal cohesion, agricultural development, and equitable resource distribution. Despite the presence of constitutional provisions and agreements such as the Indus Waters Apportionment Accord of 1991, dissatisfaction among provinces persists due to perceived inequities in water allocation, lack of transparency in data sharing, and weak enforcement mechanisms. This paper undertakes an analytical study of these disputes within the framework of Pakistan’s constitutional structure, while simultaneously exploring the ethical and jurisprudential insights derived from the *Sīrat-un-Nabi* (peace be on him) the life and practice of the Prophet Muhammad (peace be upon him). Drawing upon prophetic principles such as justice (*‘adl*), mutual consultation (*shūrā*), and public welfare (*maṣlaḥah ‘āmmah*), the study offers a normative framework for conflict resolution and just resource management. Through comparative analysis, the paper illustrates how the moral paradigms established in the *Sīrah* can complement constitutional mechanisms, fostering a more cooperative and morally anchored approach to inter-provincial resource governance. The study concludes by recommending an integrated model that harmonizes constitutional provisions with Islamic ethical guidance, aiming to transform water-sharing from a source of contention into an opportunity for federative solidarity and moral statecraft.

How to Cite

Azhar, S., & Nazeer, B. . (2025). پاکستان میں بین الصوبائی آبی تنازعات اور اُن کا حل سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں: Inter-Provincial Water Disputes in Pakistan and its Solution in the Light of al-Sīrah al-Nabaviyah. *Al-‘Ulūm Journal of Islamic Studies*, *6*(1), 23–44. Retrieved from https://alulum.net/ojs/index.php/aujis/article/view/175

[1.] Corresponding author Email: saimaazhar087@gmail.com

تعارف

انسان اپنی طبعی حاجات کو پورا کرنے کے لیے ایک فطری تگ ودو میں مصروف رہتا ہے جس کے لیے اُس کی زندگی میں مختلف مراحل آتے ہیں، کبھی تو وہ پر امن اوقات کو کسب معاش میں گزارتا ہے جب کہ زندگی کی ضروریات اُسے جنگ و جدال کی طرف بھی لے جاتی رہی ہیں۔ یہ جنگیں اور تنازعات انسانوں کے قدرتی وسائل کو فتح کرنے اور ان پر قابو پانے کی لامحدود خواہشات کا نتیجہ رہے ہیں۔ پانی ان قدرتی وسائل میں سے ایک ہے جس کی وجہ سے کئی جنگیں ہوئیں۔ زیادہ تر عظیم تہذیبیں سندھ، فرات، نیل اور گنگا وغیرہ جیسے عظیم دریاؤں کے آس پاس ابھریں اور پروان چڑھیں۔ پانی جو کبھی آبپاشی اور گھریلو مقاصد کے لیے استعمال ہوتا تھا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ صنعتی ترقی کا ایک اہم جزو بن گیا ہے۔ جدید دنیا میں مختلف اجناس کی پیداوار کے لیے پانی کا استعمال بھی ضروری ہے۔ تیزی سے صنعتی توسیع کے ساتھ مختلف اجناس کی پیداوار کے لیے پانی کے استعمال کا پیمانہ بڑھ رہا ہے۔ مثال کے طور پر ایک لیٹر پٹرولیم، ایک برتن سبزیوں، ایک کلو کاغذ اور ایک ٹن اونی کپڑا بنانے کے لیے بالترتیب دس لیٹر، چالیس لیٹر، سو لیٹر اور چھ سو لیٹر پانی استعمال کرنا ضروری ہے۔ متعدد موسمی عوامل کی وجہ سے پانی کی کمی کے علاوہ پانی کے استعمال میں اس تیزی سے اضافہ نے کئی نئے تنازعات کو جنم دیا ہے۔ یہ تنازعات ریاستی تنازعات سے لے کر بین الصوبائی ریاستی تنازعات تک ہیں۔

بنابریں تنازعات کا بہترین حل پر امن بات چیت ہے، جس کے ذریعے حق دار کو اُس کا حق بھی مل سکتا ہے اور صلہ رحمی کے ذریعے سے اُس حق سے دوسرے لوگ فائدہ بھی لے سکتے ہیں۔ بانی اسلام حضرت محمد ﷺ کی سیرت میں اس کی عملی مثالیں موجود ہیں، جس کو دنیا کے سامنے اطلاقی صورت میں پیش کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ علاقائی نوعیت کے تنازعات حل بھی ہوں جائیں اور مزید معاشرے میں ترقی افزوں منصوبہ جات بھی اپنی تکمیل کو پہنچ جائیں۔ اِن تنازعات میں سے آبی تنازعات زیادہ اہمیت کے حامل ہیں جن کو حل کرنا زیادہ ضروری بھی ہے۔

پاکستان ایک ایسی ریاست ہے جو اپنی ساخت کے اعتبار سے مختلف زمینی کثافتوں اور موسموں میں تقسیم ہے، بعض علاقے پہاڑی ہیں تو بعض میدانی، اس طرح پہاڑوں سے نکلنے والے چشمے اور آبشاریں میدانی علاقوں میں دریاوں کی صورت میں پھیل جاتے ہیں، جس سے دنیا کا بہترین نہری نظام وجود پاتا ہے جو بہت بڑے علاقے کو سیراب کرتا ہے، جس سے پاکستان کی زراعت پروان چڑھتی ہے اور بہترین اجناس کے ذریعے ملک اپنی خوراک پیدا کرنے میں خود کفیل ہوتا ہے۔

اب یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جیسے پانی کی دستیابی سے ملک میں اور علاقے میں خوشحالی آتی ہے تو ایسے ہی پانی کی عدم دستیابی سے ملک میں قحط پڑ سکتا ہے، خوراک کی کمی ہو سکتی ہے اور شہریوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے تو اس لیے آبی ذرائع پر قبضہ علاقائی آبی تنازعات کو جنم دیتا ہے ۔ لہذا اِن تنازعات کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ بعد آزاں اِن کا حل پیش کیا جائے۔ یہ مقالہ پاکستان کے اندرون بین الصوبائی آبی تنازعات کو تاریخی تناظر میں پیش کرنے کے بعد اُن کو تجزیاتی مطالعے کے ساتھ بھی پیش کرتا ہے تاکہ سیرت طیبہ کی روشنی میں اُن تنازعات کا حل بھی پیش کیا جاسکے۔

پاکستان کے آبی تنازعات دو طرح کے ہیں،ان میں سے بعض کا تعلق علاقائی ریاستوں سے ہے،جب کہ کچھ اندرون ریاست باہم صوبائی نوعیت کے ہیں۔ذیل میں اِن آبی تنازعات پر کچھ تاریخی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

قیامِ پاکستان سے پہلے آبی تنازعات

شمالی مغربی برصغیر میں پانی کے بین الصوبائی تنازعات کا برطانوی نوآبادیاتی دور میں آبپاشی کے نظام کی ترقی سے گہرا تعلق ہے۔انسویں صدی کے دوسرے نصف میں پنجاب اور سندھ میں کئی نہریں اور بیراج تعمیر کیے گئے تاکہ برصغیر کے اس حصے کی زمینوں کو آباد کیا جاسکے۔ ۱۸۵۷ ءکی جنگ کے فوراًبعد برطانوی حکومت نے نوآبادیاتی نظام میں ایک نیا جاگیدار طبقہ متعارف کروایا جہاں برطانوی حکمرانی کے وفادار خاندانوں میں زمینیں تقسیم کی گئیں،یہ نئی نصب شدہ جاگیرداری وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پختہ اور مضبوط ہوتی گئی[1]۔پہلی جنگ عظیم کے بعد جب زیریں دریائی سندھ اور اس کی ہمسایہ ریاستیں اور بالائی دریائی پنجاب پانی کی تقسیم پر تصادم میں آگئے جہاں سندھ نے بعد میں اپنے حصے کا پانی چوری کرنے کاالزام لگایا۔برطانوی حکومت نے اس تنازع کو حل کرنے کے لیے ثالث کا کردار ادا کیا۔اس طرح ۱۹۲۱ءمیں پنجاب،بیکانیر کے درمیان پانی کی تقسیم کا پہلا بڑا معاہدہ ہوا۔اس معاہدے سے لے کر اب تک متعلقہ علاقوں میں مختلف معاہدات ہوئے ہیں۔جو ابھرتے ہوئے تنازعات کو حل کرنے اور خطے میں پانی کے انتظام کا ایک متفقہ نظام تیار کرنے کے لیے بنائے گئے تھے[2]۔جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1) The Tripartite Agreement (1921)
2) The Indus Discharge Committee (IDC) (1921)
3) Anderson Commission (1937)
4) Rao Commission (1945)

1. پانی کا سہ فریقی معاہدہ ۱۹۲۱ء

پانی کا سہ فریقی معاہدہ ۱۹۲۱ءمیں طے پایا تھا۔دریائے ستلج اور بیاس کی تقسیم تنازعہ کے تین فریق صوبہ پنجاب اور ریاستیں بہاولپور اور بیکانیر تھے،جبکہ برطانوی حکومت نے اپنی ثالثی کے ذریعے فریقین کو اس معاہدے پر دستخط کرنے پر آمادہ کیا۔اس معاہدے نے وقتی طور پر تنازعہ کو حل کیا۔

2. دی انڈس ڈسچارج کمیٹی

۱۹۲۱ءپنجاب اور سندھ کے درمیان اس وقت تنازعہ پیدا ہوا،جب پنجاب نے پانی کی بڑھتی ہوئی طلب کو مد نظر رکھتے ہوئے پانی کے نئے منصوبوں کی تعمیر کی تجویز پیش کی۔سندھ نے ان تجاویز کا مقابلہ کیا۔یہ معاملہ لندن میں سیکرٹری آف سٹیٹ کو بھیجا گیا۔سیکرٹری آف سٹیٹ نے پنجاب کے لیے دو بڑے منصوبوں یعنی ستلج ویلی پراجیکٹ اور سکھر بیراج کی

1- Palijo, R.B., "**Sindh,Punjab Water Dispute**."(Hyderabad: Center for Peace and Civil Society, 2011).4-6

2- A.Memon. 2002. "**An overview of History and Impact of Water Issue in Pakistan**." www.worldsindhi.com, Accessed on: July 2023.

منظوری دی جبکہ یہ معاملہ انڈس ڈسچارج کمیٹی کے نام سے ایک کمیٹی کے حوالے کر دیا جو دیگر منصوبوں کی تشخیص اور امکانات کے لیے تھا۔ کمیٹی نے مقامی اسٹیک ہولڈرز کو شامل کیا، دونوں صوبوں میں پانی کی آمد اور اخراج کا مشاہدہ کرنے کے لیے مختلف نکات کو نشان زدہ کیا، اور سفارش کی کہ پنجاب میں مستقبل کے کسی بھی پانی کے منصوبے سے سندھ پر اس کے اثرات کا جائزہ لینے کے بعد ہی غور کیا جائے۔ دی انڈس ڈسچارج کمیٹی نے اپنی رپورٹ ۱۹۳۰ء میں شائع کی[3]۔

3. اینڈرسن کمیٹی

۱۹۳۵ء میں ستلج ویلی پروجیکٹ کی تکمیل نے خطے میں نئے تنازعات کو جنم دیا۔ بہاولپور، خیرپور، سندھ اور پنجاب نے اپنے حصے کے پانی میں اضافے کے لیے سخت دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ حکومت نے ۱۹۳۵ء میں ابھرتے ہوئے تنازعات سے نمٹنے کے لیے ایک نئی کمیٹی تشکیل دی جسے "اینڈرسن کمیٹی" کہا جاتا ہے۔ اس کمیٹی میں پنجاب، بہاولپور، بیکانیر، خیرپور ریاستوں اور حکومت ہند کو آٹھ ماہرین کے ساتھ نمائندگی دی گئی۔ ۱۹۳۷ء میں اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کی۔ رپورٹ میں حویلیاں اور تھل کے منصوبوں کے لیے آبپاشی کی فراہمی میں اضافے کے ساتھ ساتھ چشمہ بیراج اور تھل کینال پروجیکٹ کی تعمیر کی تجویز دی گئی[4]۔

4. راؤ کمیشن ۱۹۴۵ء

۱۹۴۱ء میں سندھ نے پنجاب کے خلاف حویلیاں اور تھل کینال سے پانی کے بڑھتے ہوئے حجم کو واپس لینے کی کوشش پر شکایت درج کرائی۔ حکومت نے معاملے کی جانچ کے لیے ایک اور کمیشن تشکیل دیا۔ راؤ کمیشن کے نام سے مشہور اس کمیشن نے ۱۹۴۲ء میں اپنی رپورٹ پیش کی۔ اس رپورٹ کو دونوں فریقین نے مسترد کر دیا لیکن بعد ازاں دونوں صوبوں کے چیف انجینئرز نے تین سال کے طویل مذاکراتی عمل کے بعد ۱۹۴۵ء میں دریائے سندھ اور پنجاب کی تقسیم کا معاملہ طے کرنے میں کامیاب ہوئے[5]۔

قیامِ پاکستان کے بعد بین الصوبائی آبی تنازعات

تقسیم کے بعد پانی سے متعلق تنازعات ایک بار پھر نہ صرف ہندوستان اور پاکستان کے درمیان بلکہ پاکستان کی وفاقی اکائیوں کے درمیان بین الصوبائی سطح پر ابھرے۔ ۱۹۶۰ء میں کسی حد تک ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ریاستی تنازعات کو حل کرنے کے لئے سندھ طاس معاہدہ طے پایا لیکن اس نے مغربی پاکستان میں ایک نئے تنازعہ کو جنم دیا کیونکہ پاکستان تین بڑے دریاؤں (ستلج، بیاس اور راوی) کے پانی پر اپنا حق کھو بیٹھا۔ جس کے نتیجے میں پانی کی طلب اور رسد میں

3- Hussain, M. 2002. "**Water Wars: Sindh's Struggle for the Control of Indus**". (Khatmando: Himal Southasian), Retrived From https://www.himalmag.com/reportage/water-wars-sindhs-struggle-for-control-of-the-indus

4- Begum, Iram Khalid and Ishrat. 2013. "**Hydro Politics in Pakistan: Perceptions and Misperceptions.**" *South Asian Studies, Vol 28, No 1 (2013).*

5- Ibid.

عدم توازن پیدا ہوا۔ اس عدم توازن اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے تصادم نے نہ صرف پاکستان کی اقتصادی ترقی کو منفی طور پر متاثر کیا بلکہ اس کے وفاقی ڈھانچے پر بھی سنگین اثرات مرتب کیے۔ پاکستان میں بین الصوبائی آبی تنازعات وفاق پاکستان کے بہت سے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ہے۔ سندھ طاس معاہدہ نے پاکستان کے بین الصوبائی آبی تنازعات کو جنم دیا۔ یہ بین الصوبائی آبی تنازعات ۱۹۶۰ میں سندھ طاس معاہدے پر دستخط ہونے تک جاری رہے۔ سندھیوں نے شکایت کی کہ ڈاکٹر صالح قریشی ایک سندھی کو ابتدائی طور پر مذاکراتی ٹیم کا رکن بنایا گیا تھا لیکن جب سنجیدہ مذاکرات شروع ہونے سے پہلے ون یونٹ نافذ کیا گیا تو اسے فوری طور پر ہٹا دیا گیا۔ ان کے خیال میں اس معاہدے میں صوبہ پنجاب کو پانی کا فائدہ دینا تھا۔ چھوٹے صوبوں نے پانی کے تنازعہ کا ذمہ دار اکثریتی اور غالب صوبے پنجاب کی بالادستی کو سمجھا۔ یہ بین الصوبائی آبی تنازعات وفاقِ پاکستان کے وجود کے لیے سنگین خطرہ تھے۔ پاکستان کے صوبوں کے درمیان پانی کے تنازعات کو حل کرنے کے لیے مختلف کوششیں کی گئیں۔ ان کوششوں میں حسب ذیل شامل ہیں۔

1) Akhtar Hussain Commission (1968)

2) Chief Justices Commission (1977)

3) Water Apportionment Accord (1991)

1) ۱۹۶۸ء کا اختر حسین کمیشن

سندھ طاس معاہدے کے بعد کی مدت میں بین الصوبائی پانی کی تقسیم پر سنگین شکایات سامنے آئیں کیونکہ سندھ ساگر اور چیج دوآب میں پانی کی کمی دیکھی گئی۔ نچلے دریا کی طرف سے بالائی دریا پر لگائے جانے والے اپنے پانی کے حصے سے محروم کیے جانے کے بڑھتے ہوئے الزامات نے حکومت کو ۱۹۶۸ء میں، سابق مغربی پاکستان کے گورنر نے اختر حسین کی سربراہی میں پانی کی مختص اور قیمتوں کی کمیٹی تشکیل دی تھی، جو بیراجوں کے پانی کی مختص، آبی ذخائر کے اخراج کے نمونوں اور سطح آب کی ترسیل کے سلسلے میں زیر زمین پانی کے استعمال کا جائزہ لے گی تاکہ اس معاملے کی تحقیقات اور تصفیہ کیا جاسکے۔ کمیٹی نے ۱۹۷۰ میں اپنی رپورٹ پیش کی لیکن ون یونٹ کے خاتمے، ۱۹۷۰ء کے انتخابات اور اس کے نتیجے میں پاکستان کے ٹوٹنے نے پاکستان کو قومی سالمیت کے بحران میں دھکیل دیا۔ اس طرح کمیٹی کی کوششیں بے نتیجہ رہیں۔

2) ۱۹۷۷ء کا چیف جسٹس کمیشن

۱۹۷۷ء میں جوڈیشل کمیشن بنا کر بین الصوبائی پانی کے تنازعات کو حل کرنے کی ایک اور کوشش کی گئ۔ کمیشن کی سربراہی سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس نے کرنی تھی جبکہ صوبائی ہائی کورٹس کے چاروں چیف جسٹس اس کے ممبر تھے۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں خطے کی جغرافیائی سیاست نے حکومت کی توجہ پانی سے علاقائی سلامتی کے مسائل کی طرف مبذول کرائی اور اس کمیشن کی رپورٹ کوئی نتیجہ نکالنے میں ناکام رہی۔ ایک عام جنوبی ایشیائی رجحان کے طور پر، ان کمیشنوں کی طرف سے دی گئی سفارشات کو وفاقی حکومت نے کبھی نافذ کرنے کی کوشش نہیں کی اور ان کمیشنوں کی ساری کوششیں

رائیگاں گئیں۔ مختلف سفارشات میں سے چند نکات کو عبوری انتظامات کرنے کے لیے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی گئی نہ ہی پاکستان کے صوبوں کے درمیان دہائیوں پرانے پانی کے تنازعات کو حل کرنے کی کوشش کی گئی۔

3) ۱۹۹۱ء کا پانی کی تقسیم کا معاہدہ

۱۹۹۱ء میں نواز شریف کی قیادت میں حکومت نے سندھ کے پانی کی تقسیم سے متعلق تمام تنازعات کو حل کرنے کے لیے سندھ طاس معاہدے پر مجبور کیا۔ اس معاہدے پر ۱۶ مارچ ۱۹۹۱ء کو کراچی میں پنجاب، سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے وزرائے اعلیٰ کے اجلاس میں دستخط کیے گئے۔ انڈس ریور سسٹم اتھارٹی جس کا صدر دفتر لاہور میں ہے، صوبوں کے درمیان تقسیم کے انداز کی نگرانی کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ معاہدے کے مطابق تربیلا، منگلا اور چشمہ کے تین آن لائن آبی ذخائر اور دریائی لنک کینال سندھ طاس کے پانی کے انتظام کے لیے کلیدی ساختی سہولیات ہیں۔ ۱۰ دن کی بنیاد پر 'تجویز کردہ آپریشن کے معیار' کا استعمال کرتے ہوئے صوبوں کے ذریعہ مشترکہ ذخائر کے پانی کی تقسیم کو مرکزی بنایا گیا تھا۔ پاکستان کے پانی کے انتظام کے نظام میں ایک اہم پیشرفت ۱۹۹۱ء میں ہوئی۔ واپڈا کی طرف سے چاروں صوبوں کے گورنرز اور صوبائی حکومتوں کے ساتھ معلومات کا تبادلہ اور تمام بڑے اسٹیک ہولڈرز کے درمیان جامع مذاکرات کے نتیجے میں پانی کی تقسیم کا معاہدہ طے پایا[6]۔ اس معاہدے کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں۔

- یہ ہر صوبے میں نہری پانی کے موجودہ استعمال کے تحفظ کو یقینی بناتا ہے۔
- تمام اسٹیک ہولڈرز نے اس بات کو تسلیم کیا کہ پانی کی کمی سب کے لیے ایک چیلنج ہے اور پانی کے نئے ذخیرے بنانے کی ضرورت ہے۔
- کوٹری سے نیچے Minimum Sea Escape[7] کا معاملہ بھی تسلیم کیا گیا۔ اس نے سمندری مداخلت سے بچنے کے لیے مزید مطالعات کی سفارش کی۔
- اس معاہدے کے ذریعے تمام صوبوں کے درمیان قلت اور اضافی رقم کی تقسیم کا یکساں طریقہ کار وضع کیا گیا۔
- اس معاہدے پر عملدرآمد کے لیے ایک اتھارٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ اتھارٹی پاکستان کے چاروں صوبوں کی نمائندگی کرے گی۔

۱۹۹۱ء میں پانی کی تقسیم کے معاہدے پر دستخط ہونے کے فوراً بعد یہ معاہدہ ۱۹۹۴ء میں تنازعہ کا شکار ہو گیا جب سندھ نے الزام لگایا کہ پنجاب اس کی طے شدہ مقدار میں پانی جاری نہیں کر رہا ہے اور بلوچستان کو پانی نہ چھوڑنے کا الزام سندھ پر لگا دیا گیا۔ پنجاب واپڈا، ارسا اور وفاقی حکومت اور پنجاب حکومت پر یہ الزام لگایا گیا کہ ان کی کھلی ملی بھگت سے اس معاہدے

6- Biswas Biswas, A.K. 1992. "**Indus Water Treaty the Negotiation Process in** " ***Water International*** **202.** (Routledge, Abingdon, UK)

7- Minimum sea escape سے مراد "کم از کم سمندری اخراج" یہ سمندری ایمر جنسی میں بقا اور بچاؤ کے لیے درکار کم سے کم وسائل اور اقدامات ہیں۔

کی خلاف ورزیاں کی جارہی ہیں۔ سندھ کے حصے کا پانی کسی نہ کسی بہانے سے پنجاب کی طرف موڑا جارہا ہے۔ ۱۹۹۴ء کے واقعے کے بعد وزارت پانی و بجلی اور واپڈا نے معاہدے کی بجائے تاریخی استعمال کی بنیاد پر مختص رقم واپس کی۔ ارسا کو ۱۹۹۸ء میں تحلیل کر دیا گیا تھا جب اس وقت کے وزیراعظم نے صوبہ سرحد اور سندھ کے اعتراضات پر دریائے سندھ پر کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے متنازعہ منصوبے کا اعلان کیا۔ ارسا کو ۱۹۹۹ ء میں بحال کیا گیا لیکن وفاقی وزارت پانی و بجلی سے منسلک ایک ایجنسی کے طور پر جس کا ہیڈ کوارٹر اسلام آباد میں ہے، درحقیقت اسے ایک خودمختار بین الصوبائی معاملات کے میدان سے کم کر کے مختصر مدت کے آپریشنل فیصلہ سازی کے لیے ایک ایگزیکٹو ایجنسی بنا دیا گیا۔

موجودہ پانی کے انتظام سے متعلق بین الصوبائی تنازعات

۱۹۹۱ء کے پانی کی تقسیم کے معاہدے کو تمام اسٹیک ہولڈرز کی جانب سے بڑی امیدوں کے ساتھ موصول کیا تھا لیکن صوبوں کے درمیان اعتماد کی کمی جلد ہی مختلف تنازعات اور تنازعات کی وجہ سے معاہدے کے بعد کی مدت میں ظاہر ہوئی۔ آبی تنازعات کے حل کے لیے پالیسی متبادل تجویز کرنے سے پہلے ان تنازعات کو سمجھ لینا مناسب ہے۔

بین الصوبائی عدم اعتماد

پائیدار جمہوری اور نمائندہ اداروں کو تیار کرنے میں پاکستان کی ناکامی نے موجودہ پاکستان میں پانی سمیت مختلف مسائل پر مختلف اسٹیک ہولڈرز کے درمیان اعتماد کی کمی کی نوآبادیاتی میراث میں حصہ ڈالا ہے۔ اس اعتماد کی کمی نے پانی کی کمی کے قابل عمل حل کے ساتھ آنے کی ریاست کی صلاحیت کو بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ نچلے دریا کو بالائی دریا کی طرف سے ان کے جائز حصہ سے محروم ہونے کا خوف تھا۔ اس عدم اعتماد کی موجودگی اور برقرار رہنے کا ثبوت سندھ کی طرف سے پنجاب اور بلوچستان کی طرف سے سندھ پر لگائے گئے مختلف الزامات سے ظاہر ہوتا ہے۔ سندھ نے پنجاب پر پانی کی چوری کا الزام لگایا جبکہ بلوچستان نے سندھ پر گڈو اور سکھر بیراج سے اپنا حصہ نہ دینے کا الزام لگایا۔

جوابی حکمت عملی کے طور پر پنجاب سندھ پر الزام عائد کرتا ہے کہ وہ پانی کے اس حصے کا صحیح استعمال نہیں کر رہا ہے۔ پنجاب سے مراد کوٹری ڈاؤن اسٹریم میں پانی کا ضیاع ہے۔ سندھ اپنے ساحلی علاقوں میں ماحولیاتی تحفظ کے لیے اس[8] Minimum Sea Escape کو ضروری سمجھتا ہے جب کہ پنجاب سمندر میں پانی کے اس اخراج کو روکنے کے لیے نئے ڈیموں اور آبی ذخائر کی تعمیر کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسی طرح کالا باغ ڈیم کے معاملے پر تینوں چھوٹے صوبوں نے وفاقی حکومت اور پنجاب کے سامنے پیش ہونے سے انکار کر دیا۔ اس طرح اس سب نے پاکستان میں پانی کے انتظام کے مسائل کو مزید گھمبیر کر دیا ہے اور بین الصوبائی تنازعات کی مختلف جڑوں کی کوششوں کے باوجود ریاستی مشینری اب تک پاکستان کی وفاقی اکائیوں کے درمیان خلیج کو ختم کرنے میں ناکام رہی ہے[9]۔

9- Siddique, H.M., "**Interprovincial Water Apportionment Accord- Cordination.**" ***Irrigation and Power Department Punjab*, 2003**, (Lahore: Irrigation and Power Department Punjab) 20-40

پانی کی تقسیم کے معاہدے ۱۹۹۱ء کی تشریح سے متعلق تنازعات

پانی کی تقسیم کا معاہدہ پاکستان میں پانی کے انتظام کے مسائل کے حل کی طرف ایک بڑا قدم تھا، لیکن جب اس معاہدے کے مختلف مضامین کی تشریح کی بات آئی تو متضاد اسٹیک ہولڈرز نے ایک نیا پنڈورا باکس کھول دیا۔ ہر صوبہ اپنے مفادات کے مطابق اس معاہدے کی شقوں کی تشریح کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ مندرجہ ذیل بحث اس معاہدے کی تشریح کے بارے میں کچھ بڑے تنازعات کا احاطہ کرتی ہے۔

اضافی زخائر کی تعمیر

۱۹۹۱ءکے معاہدے کی شق پر پہلا بڑا تنازعہ سامنے آیا جس میں مستقبل میں پاکستان میں پانی کی کمی کے چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے نئے آبی ذخائر کی تعمیر کی تجویز دی گئی۔ پنجاب اور وفاقی حکومت نے دعویٰ کیا کہ اس شق کا حوالہ دریائے سندھ پر نئے آبی ذخائر بشمول کالا باغ، بھاشا اور اسکردو وغیرہ کی تعمیر کا ہے۔ پنجاب اور وفاقی حکومت کے اس دعوے کے برعکس سندھ اور کے پی نے ان منصوبوں پر نہ صرف اپنے تحفظات کا اظہار کیا بلکہ ان منصوبوں کے خلاف اپنی اپنی اسمبلیوں میں قرارداد بھی پاس کی۔ کے پی نے خاص طور پر کالا باغ ڈیم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اس سے اس کے شہر نوشہرہ اور وادیِ مردان کی زرخیز زمینیں ڈوب سکتی ہیں۔ بلوچستان اور سندھ نے کالا باغ ڈیم پر کے پی کے موقف کی حمایت کی۔ وہ دریائے سندھ سے پانی نکالنے کی پنجاب کی بڑھتی ہوئی صلاحیت کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا تھے مبادا کہ نچلے دریا کے لوگوں کو ان کے جائز حصے سے محروم کردیں۔ اگرچہ وفاقی حکومت نے چھوٹی اکائیوں کے ان خدشات کی تردید کی لیکن پھر بھی یہ تنازعہ برقرار ہے[10]۔

دریائی پانی کے سمندری حصہ پر اختلاف

مزید برہ کوٹری بیراج کے نیچے سمندر میں تازہ پانی کے اخراج پر مختلف دعوے سامنے آئے۔ اگرچہ تمام جماعتوں نے اس بات پر اتفاق کیا تھا کہ ہر یونٹ اپنے حصے کے پانی کے زیادہ سے زیادہ اور موثر استعمال کو یقینی بنائے اس کے باوجود سندھ اور پنجاب کوٹری بیراج کے نیچے پانی کے اخراج پر مسابقتی اعداد و شمار کے ساتھ سامنے آئے۔ پنجاب نے دعویٰ کیا کہ اس پانی کا حجم ۳۵ ایم اے ایف ہے جبکہ سندھ نے دعویٰ کیا کہ یہ ۱۰ ایم اے ایف سے زیادہ نہیں ہے[11]۔ پنجاب اور وفاقی حکومت دونوں سندھ کے ساتھ اس مسئلے کو حل کرنے کی کوششوں میں ناکام رہے۔ سمندر میں تازہ پانی کے اخراج کی پیمائش کے لیے منصوبہ بندی کی تجویز دی گئی تھی، لیکن طریقہ کار کے حوالہ جات پر اتفاق رائے نہ ہونے کی وجہ سے یہ منصوبہ بندی شروع نہیں ہوسکی۔

---

[10]- Rajpoot, I.M., ***Water Problems: Perspective from Sindh.*** **Phd Thesis, Islamabad: Policy and Research Institute, 2007**, (Islamabad: Policy and Research Institute).40-60

[11]- A.Abbas, ***Water Resources Of Pakistan and their Utilization***, (Lahore: Miraj Uddin Urdu Bazzar, 1993), 225

پانی کی قلت کی تقسیم پر اختلاف

پیش آمدہ مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ صوبون کے درمیان پانی کی قلت کو بانٹنے کے لیے قابل عمل ماڈل کی عدم موجودگی ہے۔ ۱۹۹۱ء کے معاہدے کے بعد کے عرصے میں پاکستان بہت سے قلت آب کے ادوار سے گزرا۔ قلت کی تین ادوار کے دوران ۱۹۹۴ء-۹۵ء، ۱۹۹۷ء-۹۸ء اور ۱۹۹۹ء-۲۰۰۳ء میں، سندھ اور پنجاب اپنے حصے کے پانی کا معاہدہ کرنے میں ناکام رہے۔ اگرچہ ایکارڈ میں پنجاب نے معاہدے سے پہلے کا اپنا 2.7 فیصد حصہ دینے پر رضامندی ظاہر کی کہ وہ دوسرے صوبوں کو پانی کے نئے ذخیروں کی تعمیر کے لیے راضی کر سکے گا پھر بھی قلت کی مدت کے دوران پنجاب نے معاہدے سے پہلے کے فارمولے پر اپنے حصے کا دعویٰ کیا۔ اس سے ایک نیا تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ ۱۹۹۴ء میں ایک بین الصوبائی وزارتی ادارے نے ایک نئے معاہدے پر دستخط کیے۔ اس معاہدے نے پانی کی تقسیم کا فارمولہ وضع کرنے کے لیے معاہدے سے پہلے کے تاریخی ڈیٹا کو دوبارہ قائم کیا۔ سن ادھ نے اسے اپنے پانیوں کی چوری قرار دیا۔

گریٹر تھل کینال پروجیکٹ (جی ٹی سی پی) اور اس کے ارد گرد کے تنازعات

اس تنازعہ کا موضوع پنجاب میں نئی نہروں کی تعمیر ہے جس پر مختلف وفاقی اکائیوں کے درمیان تنازعہ پیدا ہوا۔ یہ تعمیر گریٹر تھل کینال پراجیکٹ کے ذریعے کی گئی جس کا مقصد سندھ سے تھل کے صحراؤں جیسے جھنگ، خوشاب، بھکر، لیہ اور مظفر گڑھ کو پانی فراہم کرنا ہے۔ اس منصوبے پر مختلف صوبوں کے اسٹیک ہولڈرز نے اعتراض کیا خصوصاً سندھ اور بلوچستان میں جہاں گریٹر تھل کینال پراجیکٹ کے ساتھ ساتھ چھ کینال پر سی آر بی ایل سی[12] کی تعمیر کے خلاف احتجاج کیا گیا سندھ اور بلوچستان کی حکومتیں اس منصوبے کے خلاف اعتراض کرتی ہیں اور ان کا اصل الزام یہ ہے کہ یہ منصوبہ پنجاب کو سندھ کا پانی چوری کرنے کے قابل بنائے گا۔ سندھ نے اپنی صوبائی اسمبلی میں اس منصوبے کی منظوری کے خلاف قرارداد پاس کی اور ان کی دلیل یہ ہے کہ پنجاب اور وفاقی حکومت نے گریٹر تھل کینال پراجیکٹ کی منظوری میں مناسب عمل کی پیروی نہیں کی اور پانی کی تقسیم کے معاہدے کی خلاف ورزی کی۔ پنجاب اور وفاقی حکومت نے اپنے جوابی دلائل میں اظہار کیا کہ وہ پانی کے اخراج کی نگرانی کے لیے موثر ٹیلی میٹری سسٹم کی تنصیب کریں اور اس منصوبے کی منظوری کی تصدیق ارسا اور قومی اقتصادی کونسل کی ایگزیکٹو کمیٹی کے ذریعے کریں گے۔ تاہم سندھ حکومت اس تدابیر کو قبول نہیں کر رہی اور ان کا اعتراض جاری ہے۔ اس منصوبے کے خلاف سندھ میں بڑے پیمانے پر احتجاج کی وجہ سے یہ مسئلہ سیاسی صورت حال اختیار کر جا رہا ہے[13]۔

چشمہ جہلم لنک کینال کا تنازع

چشمہ جہلم لنک کینال تنازعہ پاکستان کے مشرقی دریاؤں اور جنوبی پنجاب کے درمیان ایک اہم مسئلہ ہے۔ انڈس واٹر

---

[12]- CRBLC: **Chashma Right Bank Link Canal**

[13]- Magsi, H., "**Water Management, Impact and Conflicts**: A Study of Indus Water Distribution in Sindh" in *International Journal of Rural Studies* 3 (2012): 7.

ٹریٹی (۱۹۶۰) کے مطابق جنوبی پنجاب کو بھارتی حقوق کے قیام کی وجہ سے پانی کی فراہمی سے محرومی کا سامنا کرنا پڑا۔ جنوبی پنجاب میں پانی کی کمی کا سامنا کرنے کے لئے دو لنک کینال بنائے گئے جن میں چشمہ جہلم اور تونسہ پنجند شامل ہیں۔ یہ نہریں سندھ سے پنجاب کے جنوبی علاقوں کو پانی فراہم کرتی اور ان لنک کینال کو کسی بھی آپریٹنگ قواعد وضع کیے بغیر تعمیر کیا گیا تھا[14]۔

"معاون دریاؤں یعنی جہلم اور چناب میں پانی کی قلت کی صورت میں ان لنک کینال کے ذریعے ان علاقوں میں دریائے سندھ کے اضافی پانی کو منتقل کرنے کا طریقہ شامل تھا۔ تاہم اگر انڈس زون میں پانی کی ناکافی سپلائی ہے اور ٹریبیٹری زون میں فاضل ہے تو الٹ عمل کی پیروی کرنی چاہیے۔ لیکن ان لنک کینال کے ذریعے پانی کی منتقلی کے الٹ عمل کی پیروی نہیں کی جاسکتی کیونکہ انڈس زون کی سطح ٹریبیٹری زون سے زیادہ ہوتی ہے"

یہ تنازعہ پاکستان کے پانی کے تقسیم اور مصنوعی کینالوں کی استعمال کے حوالے سے ایک تشدد آمیز مسئلہ ہے جو مشرقی دریاؤں کے اضافی پانی کو منتقل کرنے کی پالیسی کے اثرات کو دکھاتا ہے۔ پانی کی تقسیم کے معاہدے (۱۹۹۱ء) نے ہر صوبے کے پانی کے حصے کا تعین کیا۔ جہاں انڈس بیسن کو تین زونز میں تقسیم کیا گیا یعنی انڈس، جہلم چناب اور ٹریبیٹری زون۔ اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ انڈس زون صرف دریائے سندھ سے، جہلم چناب زون دریائے جہلم اور چناب سے جبکہ ٹریبیٹری زون دریائے سندھ اور جہلم چناب دونوں سے پانی لے گا۔ پنجاب نے معاہدے کے مطابق سندھ کے پانی پر اپنا حق جتایا جبکہ سندھ نے اسے غلط تشریح قرار دیا اور دلیل دی کہ سندھ میں پانی کی قلت کے وقت پنجاب سندھ سے پانی واپس نہیں لے سکتا۔ اس طرح ایکارڈ کی تشریح پر یہ تنازعہ بھی دو وفاقی اکائیوں کے درمیان پانی کے انتظام اور تقسیم کے سنگین مسائل کا باعث بنا جس کے اثرات تیسرے صوبے بلوچستان پر بھی پڑتے ہیں۔

بین الصوبائی آبی تنازعات، آئین سازی اور سیرت النبی ﷺ

آئینی طور پر پاکستان میں وفاقی نظام حکومت ہے۔ جہاں وفاقی اور صوبائی حکومتیں دونوں ہی اختیارات میں شریک ہیں۔ لیکن عملی طور پر وفاقی حکومت صوبوں پر اپنی شرائط طے کرتی ہے۔ باوجود اس کہ پانی اور بجلی کی وفاقی وزارت پانی کے شعبے کی پالیسی سازی کی ذمہ دار ہے۔ وزارت نے ایک خود مختار ادارہ واٹر اینڈ پاور ڈویلپمنٹ اتھارٹی (واپڈا) قائم کی ہے جس میں پانی کے وسائل کی ترقی، مین ڈیم بیراجز، لنک کینال، پبلک ٹیوب ویلز اور ملک بھر میں نکاسی آب کے منصوبے شامل ہیں۔ تاہم واپڈا دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں پر کثیر مقصدی آبی ذخائر کے انتظام کو اپنے پاس رکھتا ہے اور ان کو انڈس ریور سسٹم اتھارٹی اور صوبائی آبپاشی کے محکموں کی مشاورت سے موسمی حالات کے مطابق پانی کے حقوق مختص کرتا ہے۔ آبی وسائل کی انتظامیہ کو نظریاتی طور پر وکندریقرت کرنے کی کوشش میں آصف علی زرداری کی زیر قیادت سویلین حکومت نے ۲۰۱۰ میں اٹھارویں ترمیم منظور کی تھی۔ اس ترمیم نے بین الصوبائی پانی کے بڑھتے ہوئے تنازعات کو آئینی

14- Rinaudo, J., "**Corruption and Water Allocation**." *The Case of Public Irrigation In Pskistan Water Policy*, (2001), 405-422.

طور پر حل کرنے کی کوشش کی۔

بین الصوبائی آئین سازی

مشترکہ مفادات کی کونسل کا قیام اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین ۱۹۷۳ء کے تحت عمل میں آیا۔ ۴ مارچ ۲۰۱۰ء سے پہلے، کیبنٹ ڈویژن رولز آف بزنس، ۱۹۷۳ء کے تحت مشترکہ مفادات کونسل (CCI) کا سیکرٹریٹ تھا۔ مارچ، ۲۰۲۱۰ء میں۔ آئی پی سی ڈویژن کی تجویز پر، وزیر اعظم نے "مشترکہ مفادات کی کونسل کے تمام سیکرٹریل کام" کو کابینہ ڈویژن سے بین الصوبائی رابطہ ڈویژن میں منتقل کرنے کا حکم دیتے ہوئے خوشی محسوس کی۔

آرٹیکل 153

(2) کونسل پر مشتمل ہوگی۔

A۔ وزیر اعظم جو کونسل کا چیئرمین ہو گا۔

B۔ صوبوں کے وزرائے اعلیٰ؛ اور وفاقی حکومت کی طرف سے تین ارکان جن کو وزیر اعظم وقتاً فوقتاً نامزد کرتے ہیں۔

(4) کونسل 1 مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی ذمہ دار ہوگی اور مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے دونوں ایوانوں کو سالانہ رپورٹ پیش کرے گی۔

افعال اور طریقہ کار کے قواعد

(1) کونسل فیڈرل لیجسلیٹو لسٹ کے پارٹ II کے معاملات کے سلسلے میں پالیسیاں مرتب اور ریگولیٹ کرے گی اور متعلقہ اداروں پر نگرانی اور کنٹرول کا استعمال کرے گی۔

(2) وزیر اعظم کے عہدہ کا حلف اٹھانے کے تیس دنوں کے اندر کونسل تشکیل دی جائے گی۔

(3) کونسل کا ایک مستقل سیکرٹریٹ ہو گا اور وہ نوے دنوں میں کم از کم ایک بار اجلاس کرے گا۔ بشرطیکہ وزیر اعظم کسی فوری معاملے پر صوبے کی درخواست پر اجلاس طلب کر سکیں۔

(4) کونسل کے فیصلوں کا اظہار اکثریت کی رائے کے مطابق کیا جائے گا۔

(5) جب تک [مجلسِ شوریٰ (پارلیمنٹ)] اس سلسلے میں قانون کے ذریعے بندوبست نہیں کرتی، کونسل اپنے ضابطے کے ضابطے بنا سکتی ہے۔

(6) [مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ)] مشترکہ اجلاس میں وقتاً فوقتاً قرارداد کے ذریعے وفاقی حکومت کے ذریعے کونسل کو عمومی طور پر یا کسی خاص معاملے میں کے طور پر کارروائی کرنے کے لیے ہدایات جاری کر سکتی ہے۔ -شوری (پارلیمنٹ)] منصفانہ اور مناسب سمجھے گی اور ایسی ہدایات کونسل پر لازم ہوں گی۔ اگر وفاقی حکومت یا صوبائی حکومت کونسل کے کسی فیصلے سے مطمئن نہیں ہے تو وہ اس معاملے کو مشترکہ اجلاس میں [مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ)] کو بھیج سکتی ہے جس کا حتمی فیصلہ اس حق میں ہو گا۔

پانی کی فراہمی میں مداخلت کی شکایات

(1) اگر کسی صوبے، وفاقی دارالحکومت [**] یا اس کے باشندوں میں سے کسی کے مفادات، فراہمی کے کسی قدرتی ذریعہ [یا آبی ذخائر] کے پانی سے متعصبانہ طور پر متاثر ہوئے ہیں یا اس کا امکان ہے

(a) کوئی ایگزیکٹو ایکٹ یا قانون سازی جو لیا یا منظور کیا گیا یا تجویز کیا گیا یا منظور کیا جائے، یا

(b) کسی بھی اتھارٹی کی جانب سے اس ذریعہ سے پانی کے استعمال اور تقسیم یا کنٹرول کے حوالے سے اپنے کسی اختیارات کو استعمال نہیں کریں گے وفاقی حکومت یا متعلقہ صوبائی حکومت کونسل کو تحریری طور پر شکایت کر سکتی ہے۔

(2) ایسی شکایت موصول ہونے پر، کونسل، اس معاملے پر غور کرنے کے بعد، یا تو اپنا فیصلہ دے گی یا صدر سے درخواست کرے گی کہ وہ ایسے افراد پر مشتمل ایک کمیشن مقرر کرے جو آبپاشی، انجینئرنگ، انتظامیہ، مالیات یا قانون میں خصوصی علم اور تجربہ رکھتے ہوں۔ وہ مناسب سمجھے، اس کے بعد اسے کمیشن کہا جائے گا۔

(3) جب تک 1 [مجلسِ شوریٰ (پارلیمنٹ)] اس سلسلے میں قانون کے ذریعے بندوبست نہیں کرتی، پاکستان کمیشنز آف انکوائری ایکٹ، 1956ء کی دفعات، جیسا کہ شروع ہونے والے دن سے فوراً پہلے لاگو ہوں گی، کونسل یا کونسل پر لاگو ہوں گی۔ کمیشن گویا کونسل یا کمیشن اس ایکٹ کے تحت مقرر کردہ ایک کمیشن تھا جس پر اس کے سیکشن 5 کی تمام شقوں کا اطلاق ہوتا ہے اور جس پر اس کی دفعہ 10 A کے ذریعے غور کیا جانے والا اختیار دیا گیا تھا۔

(4) کمیشن کی رپورٹ اور ضمنی رپورٹ پر غور کرنے کے بعد، اگر کوئی ہو، کونسل کمیشن کو بھیجے گئے تمام معاملات پر اپنا فیصلہ ریکارڈ کرے گی۔

(5) اس کے برعکس کسی بھی قانون کے باوجود، لیکن آرٹیکل 154 کی شق (5) کی دفعات کے تحت، یہ وفاقی حکومت اور اس معاملے سے متعلقہ صوبائی حکومت کا فرض ہوگا کہ وہ اس فیصلے کو نافذ کرے۔ کونسل اپنی شرائط اور مدت کے مطابق وفاداری سے

(6) کسی بھی عدالت کے سامنے کسی بھی فریق کی درخواست پر کسی ایسے معاملے پر کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی جو کونسل کے سامنے ہے یا اس کے سامنے ہے، یا کسی بھی شخص کی طرف سے، اس معاملے کے سلسلے میں جو حقیقت میں ہے یا ہو چکا ہے یا ہو سکتا ہے۔ اس آرٹیکل کے تحت کونسل کو شکایت کا ایک مناسب موضوع ہونا چاہیے تھا۔

مشترکہ مفادات کونسل (CCI) کا آئین اور تشکیل آرٹیکل 153 کے تحت فراہم کیا گیا ہے۔ آرٹیکل 154 (2) کے ساتھ پڑھے گئے آرٹیکل 153 (1) کے مطابق صدر شیڈیول V-B کے تحت وزیراعظم کے مشورے پر کونسل کا تقرر کرتا ہے۔ رولز آف بزنس، 1973ء۔ کونسل پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں یعنی سینیٹ اور قومی اسمبلی کے لیے ذمہ دار ہے۔

آرٹیکل 154 کے مطابق، کونسل فیڈرل لیجسلیٹو لسٹ (FLL) (Anex-I) کے پارٹ II- میں درج

معاملات کے سلسلے میں پالیسیاں بنانے اور ریگولیٹ کرنے اور متعلقہ اداروں پر نگرانی اور کنٹرول کا استعمال کرنے کی ذمہ دار ہے۔آئین کے آرٹیکل 154 (3) کے مطابق کونسل کا نوے دنوں میں کم از کم ایک بار اجلاس کرنا لازمی ہے۔ کونسل کے فیصلوں کا اظہار اکثریت کی رائے سے کیا جائے گا۔ سی سی آئی کے فیصلے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں قابل اپیل ہیں۔

آئین کا آرٹیکل 155 وفاق اور وفاق کی اکائیوں یا علاقے کی حکومتوں کے درمیان کسی بھی قدرتی ذریعہ سے پانی پر ان کے حقوق کے حوالے سے تنازعہ کے حل پر CCI کے دائرہ کار میں توسیع کرتا ہے اور وفاقی یا صوبائی حکومت کو CCI کو شکایت کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ سی سی آئی یا تو صدر کو پاکستان کمیشن آف انکوائری ایکٹ 1956ء کے تحت آبپاشی، انجینئرنگ، انتظامیہ، مالیات اور قانون میں علم اور تجربہ رکھنے والے افراد پر مشتمل کمیشن قائم کرنے کا فیصلہ یا سفارش کر سکتا ہے۔

آرٹیکل 157" (i) بشرطیکہ وفاقی حکومت، کسی بھی صوبے میں ہائیڈروالیکٹرک پاور اسٹیشنوں کی تعمیر یا تعمیر کرنے کا فیصلہ کرنے سے پہلے، متعلقہ صوبائی حکومت سے مشورہ کرے گی اور؛

(3) اس آرٹیکل کے تحت کسی بھی معاملے پر وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت کے درمیان کسی تنازعہ کی صورت میں، مذکورہ حکومتوں میں سے کوئی بھی تنازعہ کے حل کے لیے مشترکہ مفادات کی کونسل کو پیش کر سکتی ہے۔

جہاں تک "بجلی" کے حوالے سے، آرٹیکل 157 وفاقی حکومت کو اس صوبے کی مشاورت سے کسی بھی صوبے میں ہائیڈروالیکٹرک یا تھرمل پاور کی تنصیب کی تعمیر کا اختیار دیتا ہے، صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار بھی دیتا ہے کہ وہ صوبے کے اندر ترسیل اور تقسیم کے لیے نیشنل گرڈ سے بلک سپلائی حاصل کریں، کھپت پر ٹیکس لگانا، پاور ہاؤسز اور گرڈ سٹیشنز بنانا اور ٹرانسمیشن لائنیں بچھانا اور صوبے کے اندر بجلی کے نرخوں کا تعین کرنا۔ معاملے میں کسی بھی تنازع کی صورت میں، وفاقی یا صوبائی حکومت تنازعہ کے حل کے لیے سی سی آئی سے رجوع کر سکتی ہے۔

ان ترامیم نے پاکستان میں بین الصوبائی آبی تنازعات کو حل کرنے کے لیے سی سی آئی کے کمزور ڈھانچے کو بھی مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔

پاکستان میں دنیا کا سب سے بڑا متصل آبپاشی کا نظام ہے، جو اس کی معیشت کو ریڑھ کی ہڈی فراہم کرتا ہے۔ اس لیے پاکستان کے صوبے زیادہ سے زیادہ استعمال پر تنازعات کا شکار ہیں۔ ان کی زرعی، صنعتی اور گھریلو ضروریات کے لیے پانی کی مقدار۔ سندھ، بلوچستان، خیبر پختونخوا (جسے پہلے شمال مغربی سرحدی صوبہ کہا جاتا تھا)، تقریباً صوبے جیسی اکائی، گلگت بلتستان 11 اور آزاد کشمیر کا وفاقی علاقہ (کشمیر کا پاکستان کی طرف) ہمیشہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ پنجاب اپنے حصے کا پانی چوری کرتا ہے دریائے سندھ اور اس کی معاون ندیوں کا پانی اس کے کسانوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اٹھارویں ترمیم، پاکستان کی آئینی تاریخ کا ایک تاریخی واقعہ، پارلیمنٹ میں تمام سیاسی جماعتوں کی حمایت کے ساتھ متفقہ طور پر منظور کیا گیا اور صوبوں نے اسے سراہا ہے۔ آئین (اٹھارویں ترمیم) ایکٹ،

2010ء، نے 19 اپریل 2010ء کو صدر کی منظوری حاصل کی، اور اگلے دن اسے نافذ کر دیا گیا۔ ایکٹ میں کل 102 ترامیم شامل ہیں، جن میں آئین کی مختلف دفعات میں ترمیم، متبادل، اضافہ یا حذف کیا گیا ہے۔

اپریل 2010ء میں اٹھارویں آئینی ترمیم کی منظوری کے نتیجے میں، فیڈریشن سے متعلق اہم موضوعات کو وفاقی قانون سازی کی فہرست (پارٹ-II) میں مشترکہ مفادات کی کونسل کے زیر غور اور فیصلے کے لیے رکھا گیا ہے۔

یہ آئینی ترتیبات اور ضوابط پاکستان میں بین الصوبائی آبی تنازعات کو حل کرنے کے لئے ایک سیکور اور قانونی فراہمی فراہم کرتے ہیں۔ پانی کی فراہمی میں مداخلت کی شکایات کے لئے بھی ایک طریقہ فراہم کیا گیا ہے تاکہ معاملات عادلانہ اور قانونی طریقے سے حل کیے جا سکیں۔

پانی کے تنازعات اور سیرت النبی ﷺ

نبی ﷺ کے دور میں اگر دیکھا جائے تو عرب ایک ایسا خطہ تھا جو دو خطوں پر مشتمل تھا ایک حصہ صحراؤں اور دوسرا پہاڑی اور نیم پہاڑی سلسلوں پر مشتمل تھا۔ عرب میں کچھ علاقوں میں کبھی کبھار بارش ہوتی ہے۔ اکثر جگہ گہرے جوہڑ ملتے ہیں اور بعض علاقوں میں موسمی چشمے پائے جاتے ہیں۔ عرب میں بعض مقامات پر اور خاص طور پر ساحلی علاقوں میں جہاں بارش زیادہ ہوتی ہے وہاں ندی نالے بالائی علاقوں سے پانی لے آتے ہیں [15]۔

عہدرسالت مآبؐ کے دور میں یمن ایک ایسا علاقہ تھا جہاں پانی وافر مقدار میں موجود تھا۔ یمن کے پہاڑوں کا پانی ندیوں کے ذریعہ عدن کے قریب سمندر کی طرف چلا جاتا۔ یمن کی خوشحالی کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ انہوں نے اپنے ملک میں جگہ جگہ بند باندھ کر ایک بہترین پانی کا نظام قائم کر رکھا تھا[16]۔ یمن کی سرزمین میں کوئی قدرتی دریا نہ تھا۔ بارش کے زمانہ میں پہاڑوں کے قدرتی و برساتی نالے بہہ نکلتے۔ انہی نالوں پر بند باندھ کر سارے ملک میں تالاب بنالئے گئے اور ان سے نہریں نکال کر پورے علاقہ کو سیراب کیا جاتا تھا۔ اس آبی نظام کا سب سے بڑا ذخیرہ آب مارب ڈیم تھا جو ان کے صدر مقام مارب کے قریب تھا اُسے 'سدمارب' کہتے ہیں۔ اس ڈیم پر بند باندھ کر پانی کو روکا گیا۔ یہ بند تقریباً ۱۵۰ فٹ لمبی اور ۲۰ فٹ چوڑی ایک دیوار ہے۔ اس کے ذریعے یمن کو سیراب کیا جاتا یہ بند باندھ کر پانی جمع کرنے کا طریقہ پورے عرب میں اور خاص طور پر یمن میں رائج تھا۔ اس لئے عرب میں قدیم رواج تھا کہ وہ وادیوں میں بند تعمیر کر کے پانی ذخیرہ کر لیتے اور پھر حسب ضرورت استعمال کیا کرتے۔ اس طریقہ کار کو منظم کیا گیا اور بعد ازاں اس سے نہریں نکال کر پانی کی ضرورت کو پورا کیا گیا[17]۔

---

[15]- **Geography and Climate of Pre-Islam Arabia**. *History of Islam*, [Online]. Available: https://historyofislam.org/geography-and-climate/ [Accessed: Jun-2023].

[16]- Ibid.

[17]- محمد سلمان ندوی، **تاریخ ارض القران**، (کراچی: دارالاشاعت، 1975ء)، 165۔

یمن کی طرح حضرموت، نجران، نجد، یماما، عمان و بہرین، شمالی عرب، طائف اور یثرب میں بھی پانی کے مختلف ذرائع جیسا کہ ندی نالے، قدرتی پانی (بارش) اور کنویں موجود تھے۔ یثرب میں کنوؤں کی بہتات تھی۔ ان کا پانی زیادہ تر پینے کے کام آتا۔ یثرب کے میٹھے کنوؤں کا پانی رسولؐ نے استعمال فرمایا[18]۔ پینے کے علاوہ ان کنووں کا پانی کاشت کیلئے بھی کام آتا۔ ایسی بہت سی مثالیں رسول کے دور میں ملتی ہیں جیسا کہ حضرت علی رضي الله عنه نے اجرت پر پانی لے کر باغ کے لئے وقف کیا تھا۔ تاکہ پانی سے باغ کو سیراب کیا جاسکے[19]۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یثرب میں پینے کیلئے پانی کی فراہمی بھی ایک مسئلہ تھا۔ اسی لئے حضرت عثمان رضي الله عنه کے دور میں انہوں نے مشہور کنواں 'بئر رومہ' یہودی سے مہنگے داموں خرید کر لوگوں کیلئے وقف کر دیا تاکہ لوگوں کی پانی کی ضرورت کو پورا کیا جاسکے[20]۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے آبی نظام کی اصلاح کیلئے متعدد اقدامات کئے۔ عہد رسول ﷺ میں مدینہ میں آبی ذرائع بارش، کنویں اور نہریں تھیں۔ بارش ایک قدرتی ذریعہ آب ہے۔ البتہ کنوؤں اور نہروں کی ترقی کیلئے پوری توجہ دی گئی۔ آپ کی مدینہ آمد سے قبل وہاں کے آبی نظام میں بہت سی خرابیاں پائی جاتی تھیں۔ مثلاً یثرب میں کنوؤں اور نہروں کا پانی فروخت کرنے کا عام رواج تھا۔ جس کی زمین بالائی حصہ میں ہوتی وہ نیچے والے کسان کو پانی سے محروم رکھنے کیلئے پانی روک لیتا تھا۔ بالائی کھیت کا مالک اپنی اراضی سے نہر یا ندی گزارنے کی اجازت نہیں دیا کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خرابیوں کو دور کیا اور آبی نظام کی اصلاح فرمائی[21]۔ اور لوگوں کو ایسے افعال سے سختی کے ساتھ منع کیا جو پانی کی فراہمی میں رکاوٹ بنتے تھے۔ چنانچہ آپ کی حدیث ہے۔

> حضرت ابوہریرہ رضي الله عنه سے روایت ہے کہ حضور علیہ اسلام نے فرمایا کہ روز قیامت تین آدمیوں سے خدا تعالی نہ بات کریں گے اور نہ اُن کی طرف دیکھیں گے۔ ایک وہ جس نے کسی مال کی جھوٹی قسم کھائی کہ اسکی قیمت زیادہ مل رہی تھی۔ دوسرا وہ جن نے کسی دوسرے مسلمان کا مال ہضم کرنے کیلئے بعد عصر جھوٹی قسم کھائی۔ تیسرا وہ شخص جس نے ضرورت سے زائد پانی روکا۔ اس سے اللہ تعالی فرمائیں گے کہ جس طرح تو نے پانی روکا تھا۔ آج میں تم سے اپنا فضل روک لونگا حالانکہ تو نے اُس پانی کو پیدا نہیں کیا تھا[22]۔

18- محمد بن سعد، الطبقات الكبرىٰ، (بیروت: دار الفکر، 1957ء)، 200۔

19- ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن، (ملتان: المکتبۃ الفاروقیہ، س۔ن)، 269۔

20- محمد بن عبد اللہ اسماعیل البخاری، الجامع الصحيح، (کراچی: ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، س۔ن)، 21۔

21- مصدر سابق۔

22- البخاری، الجامع الصحيح، 567۔

ایک دوسری حدیث میں بھی آپ نے پانی روکنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ضرورت سے زائد پانی اس لیے نہ روکا جائے کہ گھاس نہ ہو سکے[23]۔

مدینہ منورہ میں باقاعدہ نہریں نہ تھیں۔لوگ بارش کے پانی کو کسی مقام پر روک لیتے تھے اور پھر وہاں سے چھوٹی چھوٹی نالیوں کے ذریعے اپنے نخلستانوں اور کھیتوں کو سیراب کرتے تھے۔حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنے کھیتوں کیلئے نسبتا بڑی نہر نکال لی تھی جسے 'شراج حرہ' کہتے تھے۔اسی نہر کے پانی پر آپ کا ایک انصاری سے جھگڑا بھی ہوا تھا۔ صیح بخاری میں اس جھگڑے کے بارے میں تین روایات نقل کی گئی ہیں۔ایک یہاں درج ہے۔ ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے 'خرہ ندی' سے متعلق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کیا جس سے وہ کھجور کے درختوں کو سیراب کیا کرتے تھے۔آپؐ نے فرمایا اے زبیر! اپنی زمین سیراب کر کے اپنے پڑوسی کیلئے پانی چھوڑ دیا کرو۔انصاری نے کہا کہ ہاں وہ آپکی پھوپھی کے بیٹے جو ہوئے۔یہ سن کر آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔آپ نے فرمایا کہ اے زبیر اپنی زمین سیراب کر کے پانی روک لیا کرو یہاں تک کہ وہ دیوار تک پہنچ جائے۔زبیر کو آپ نے پورا پورا حق دلادیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم یہ آیت کوئی اسوقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے جھگڑوں میں آپ کو حکم نہ مانے۔اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ انصار اور دوسرے لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے اس حکم کا جب تک کھیتوں کی دیوار تک پانی نہ پہنچے جائے سیراب کرتے رہو تھے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ٹخنوں تک پانی آجانے تک کیلئے حکم دیا ہے۔روایت کی رو سے پانی کے استعمال کے دو اصول بیان ہوئے ہیں۔

- جب کسی کی زمین سیراب ہو جائے تو وہ اپنے بڑھی کیلئے پانی چھوڑ دے۔
- بالائی زمین کے مالک کے کھیت میں جب ٹخنوں تک پانی کھڑا ہو جائے تو اُسے چاہئے کہ نشیبی زمین کی طرف پانی چھوڑ دے۔

پانی کی تقسیم وغیرہ پر پیدا ہونے والے جھگڑوں سے اہل مدینہ کی زراعت میں دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز اس قسم کے جھگڑے تو انتہائی ترقی یافتہ نہری نظام میں بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں جبکہ مدینہ کا آبپاشی نظام تو ابھی ابتدائی حالت میں تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے پانی گھاس اور آگ کو مشترکہ ملکیت قرار دیا[24]۔ یہ چیزیں عرب کی اجتماعی زندگی کیلئے بنیادی اہمیت کی حامل تھیں۔اس لئے آپ نے تمام مسلمانوں کو اس میں شریک کر دیا۔ نیز آپ نے زائد از ضرورت پانی کی فروخت سے منع کر دیا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پانی کی بیع سے منع فرمایا ہے[25]۔امام ابو یوسف کنویں اور

---

[23]- مصدر سابق۔

[24]- ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، **کتب الخراج**، (قاہرہ: المطبعة السلفیہ، 1933ء)، 300۔

[25]- مرجع سابق، 305۔

چشمہ کے پانی کی بیع کو بھی ناجائز کہتے تھے۔ بعض لوگ اس غرض سے پانی روک لیتے تھے کہ اُن کے کھیتوں کے ارد گرد گھاس نہ اگے کیونکہ کھیتوں کے ارد گرد جانور چریں گے تو کھیتوں کا نقصان ہوگا۔آپ نے اس بات سے منع فرمایا۔حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنہ سے روایت ہے کہ "تم میں سے کسی کو بھی نہیں کرنا چاہیئے کہ چارہ اُگنے کا سد باب کرنے کی خاطر پانی روک لے۔

> عبداللہ بن عمر رضي الله عنہ سے مروی ہے کہ ان کی وھط کی زمین کے ناظم نے اُن کو لکھا کہ اپنے کھیتوں اور کھجوروں کی سینچائی کے بعد جو فاضل پانی بچ جاتا ہے اُس کے مجھے تیس ہزار درہم پیش کئے جارہے ہیں۔آپ نے اُسے لکھا کہ پانی فروخت نہ کرنا بلکہ اپنی زمین سیراب کرنے کے بعد اپنے قریب ترین پڑوسی کو باری دو اور پھر اس کے بعد والے کو۔ کیونکہ حضور علیہ اسلام نے ضرورت سے زائد پانی کی فروخت سے منع فرمایا[26]۔

پانی کی تقسیم کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث ہے۔

> ''جب کسی وادی میں پانی ٹخنوں تک پہنچ جائے تو بالائی حصوں کے مالک کو یہ حق نہیں کہ وہ پانی کو زیریں علاقہ کے لوگوں کی طرف جانے سے روکے۔''

حریم کا تعین

رسول اللہ ﷺ نے کنوئیں اور چشموں کیلئے حریم مقرر کیا۔اس طرح کنویں کے مالک کو تھوڑی سی زمین میسر آجاتی تھی اور پانی کے استعمال میں آسانی پیدا ہو جاتی تھی۔ امام زہری کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا''چشمہ کا حریم پانچ سو ہاتھ، ناضح کنویں کا حریم ساٹھ ہاتھ اور عطن کے کنویں کا حریم چالیس ہاتھ ہوتا ہے۔''

ناضح کنواں: وہ ہے جس سے اونٹوں کے ذریعہ پانی کھینچ کر آبپاشی کی جاتی تھی۔

عطن کا کنواں: مویشیوں کو پانی پلانے والا کنواں ہوتا تھا۔اس سے آبپاشی کا کام نہیں لیا جاتا تھا۔

حریم: سے مراد مویشیوں کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے نظام آبپاشی کی اصلاح کی اور پانی کی تقسیم کے اصول مقرر فرمائے کیونکہ آپ بخوبی آگاہ تھے کہ اس کے بغیر زمینوں کی آبادکاری کا مقصد پورا نہ ہو سکتا تھا۔آپ نے زرعی مقاصد کیلئے استعمال ہونے والے پانی کیلئے درج ذیل اصول وضوابط مقرر فرمائے[27]۔

- بارش،دریا اور کسی بھی قدرتی ذریعہ سے میسر آنے والا پانی نسب کا مشترکہ ہے۔
- بالائی زمینوں کے مالکان پانی کو روک نہیں سکتے۔وہ جب پانی استعمال کرلیں تو ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اگلی

---

[26]- مرجع سابق،306۔

[27]- مرجع سابق،308۔

زمینوں کیلئے پانی چھوڑ دیں۔

- ضرورت سے زائد پانی کی فروخت سختی سے منع کر دی گئی۔
- کھیتوں کے ارد گرد گھاس اُگنے کے سد باب کیلئے پانی کو روکنا ممنوع قرار دیدیا۔
- ایک زمیندار کیلئے یہ پیمانہ مقرر کر دیا کہ جب کھیت میں پانی ٹخنوں تک کھڑا ہو جائے تو وہ دوسرے کیلئے پانی چھوڑ دے۔
- چشمہ، نہر یا کنوئیں سے جانوروں کو پانی پینے سے نہیں روکا جاسکتا۔
- چشمے، نہر اور کنویں کا حریم مقرر کر دیا۔ اس سے مالک کو ان چیزوں کے ساتھ تھوڑی زمین میسر آجاتی تھی۔

اس طرح نہر اور کنویں کھودنے کی ترغیب دی گئی۔ اور ایک کنویں کے حریم میں دوسرا کنواں کھورنے سے منع کر دیا گیا۔ ایک زمیندار کیلئے یہ پیمانہ مقرر کر دیا کہ جب کھیت میں پانی ٹخنوں تک کھڑا ہو جائے تو وہ دوسرے کیلئے پانی چھوڑ دے۔ ہ چشمہ، نہر یا کنوئیں سے جانوروں کو پانی پینے سے نہیں روکا جاسکتا۔ ہے، نہر اور کنویں کا حریم مقرر کر دیا۔ اس کے مالک کو ان چیزوں کے ساتھ تھوڑی زمین بیشتر آجاتی تھی۔ اس طرح ہر اور کنویں کھودنے کی ترغیب دی گئی۔ اور ایک کنویں کے حریم میں دومر کنواں کھودنے سے منع کر دیا گیا۔

پانی کے تنازعات کے قابل عمل حل کے لیے پالیساں سیرت النبی ﷺ کی روشنی

پچھلی بحث کو مد نظر رکھتے ہوئے پاکستان میں پانی کے انتظام کے طریقوں میں اصلاحات اور آبی تنازعات کو حل کرنے کے لیے ایک جامع نقطہ نظر تیار کرنا مناسب ہے۔ کچھ سفارشات ذیل میں بیان کی گئی ہیں۔

مشترکہ مفادات کونسل کو فعال کرنا

پاکستان جیسے وفاقی ڈھانچے اور کثیر القومی معاشروں میں ایسے اداروں کا کردار اہم ہے جو تمام اکائیوں کے نمائندے ہیں۔ پاکستان میں مشترکہ مفادات کی کونسل ایک ایسا ادارہ ہے جو تمام صوبوں کو اپنے باہمی تنازعات کے حل اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے مؤثر طریقے سے ایک پلیٹ فارم مہیا کر سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس ادارے کو بااختیار بنایا جائے اور اسے بین الصوبائی آبی تنازعات کو حل کرنے میں فعال کردار ادا کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس ادارے کی جانب سے پانی کے انتظام اور تقسیم میں اصلاحات صرف تمام اسٹیک ہولڈرز کا اعتماد حاصل کر سکتی ہیں۔ اس معاملے کو سنجیدگی سے نمٹانے کے لیے سی سی آئی کے باقاعدہ اجلاسوں کو یقینی بنایا جانا چاہیے۔

سینیٹ کا کردار

سی سی آئی کے ساتھ ساتھ پارلیمنٹ کے ایوان بالا یعنی سینیٹ کا بھی اہم کردار ہے۔ قانون سازی پر اس کے کنٹرول کے ساتھ اس ایوان میں تمام اکائیوں کی مساوی نمائندگی اسے تمام اہم پالیسی فیصلوں کی اسکریننگ کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ یہ وقت کا تقاضا ہے کہ پانی کی تقسیم اور انتظامی طریقوں پر سینیٹ کی خصوصی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جو نہ صرف صوبائی

بلکہ ان تمام کمیٹیوں میں پارٹی کی نمائندگی کو بھی یقینی بنائے۔ یہ کمیٹیاں زیادہ جائز پانی کے انتظام کی تجویز کے لیے تمام اسٹیک ہولڈرز کے اعتماد سے لطف اندوز ہونے والے آزاد ماہرین کی خدمات حاصل کر سکتی ہیں

تازہ پانی کے معاہدے کی ضرورت

یہ وقت کی ضرورت ہے کہ تمام اسٹیک ہولڈرز، سی سی آئی، سینیٹ کی خصوصی کمیٹی کو پانی کے تازہ اور تمام جامع معاہدے پر مذاکرات کے لیے ایک پلیٹ فارم پر لایا جائے۔ ماہرین پانی کی تقسیم سمیت تمام مسائل بشمول آبی وسائل کے روزانہ انتظام اور نئے آبی ذخائر کی تعمیر اور فزیبلٹی پر تبادلہ خیال کیا جائے گا اور اس نئے آبی معاہدے میں فیصلہ کیا جائے گا کہ پانی کے خصوصی ثالثی کا فیصلہ مد مقابل فریقین کے درمیان کسی بھی دعویٰ کی صورت میں حتمی ہو سکتا ہے۔ بحر ہند میں پانی کے اخراج کے معاملے پر سندھ اور پنجاب کے درمیان دیرینہ تنازعہ صرف ایسی عدالت ہی حل کر سکتی ہے جب کہ آزاد ماہرین کے مطالعے سے مدد حاصل کی جائے۔

ٹیلی میٹری سسٹم میں بہتری

مختلف کینال ہیڈز پر پانی کے اخراج کو ریکارڈ کرنے کے لیے موجودہ ٹیلی میٹری سسٹم وفاق کی اکائیوں کا اعتماد حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ واپڈا نے ۲۰۰۴ء میں بیراجوں اور کینال ہیڈز پر جدید ٹیلی میٹری سسٹم لگانے کا دعویٰ کیا تھا لیکن اس نئے نظام میں ناقص پیمائشوں کی بھی عکاسی ہوتی ہے جس کی وجہ سے پانی کی صرف تقسیم کے لیے وفاقی حکومت کے اقدامات پر اعتماد کا فقدان بڑھ جاتا ہے۔ اس نظام کے ذریعے حاصل کیے گئے پانی کی پیمائش کے اعداد و شمار مینوئل سسٹم کے ذریعے حاصل کی گئی ریڈنگ کے مقابلے میں ریڈنگ کے بہت بڑے فرق کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس لیے یہ مناسب ہے کہ بین الاقوامی ایجنسیوں سے تکنیکی مشورہ لیا جائے اور موجودہ ٹیلی میٹری نظام کو بہتر بنایا جائے۔ صرف جدید ٹیکنالوجی متعارف کروا کر ہی اس مسئلے کو حل کیا جا سکتا ہے۔

پانی کا تحفظ اور آبپاشی کے نظام کو جدید بنانا

موجودہ روایتی آبپاشی کے طریقے نہر کے سروں اور فارم گیٹس کے درمیان پینتالیس سے پچاس فیصد پانی کی کمی کے لیے ذمہ دار ہیں۔ اس لیے پانی کے بڑے نقصانات کے اس مسئلے کا حل ضروری ہے۔ پانی کی کمی کے چیلنج کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کرنے کے لیے موثر عوامی بیداری مہم وقت کی ضرورت ہے اور ساتھ ہی نئی ٹیکنالوجی کو اپنانا اور کاشتکاروں کو ان ٹیکنالوجیز کو آبپاشی کے موسم میں کھیتوں میں صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی تربیت دینا پانی کے ضیاع کو روکنے کے لیے اہم اقدامات ہو سکتے ہیں۔

محکمہ موسمیات میں بہتری

پاکستان کی پوری تاریخ میں محکمہ موسمیات کی کارکردگی غیر تسلی بخش رہی ہے۔ موسم کی درست پیشین گوئی کے ساتھ ساتھ سیلاب کی پیشگوئی میں ناکامی نے پاکستان کو ان قدرتی آفات کے خلاف ہمیشہ کمزور حالت میں دھکیل دیا ہے۔

محکمہ موسمیات کو نئی ٹیکنالوجی اور ماہرین سے آراستہ کرکے اس میں بہتری سیلاب جیسی آفات کو نعمت میں بدل سکتی ہے جہاں پاکستان برسات کے موسم میں پانی کو عام دنوں میں متعدد استعمال کے لیے ذخیرہ کر سکتا ہے۔

ادارہ جاتی ڈھانچے میں بہتری

پانی کی منصفانہ تقسیم اور انتظام کے لیے موثر ریگولیٹری فریم ورک وقت کی ضرورت ہے۔ وفاقی اور صوبائی دونوں اداروں کے ڈھانچے کو بنیادی اصلاحات اور بہتری کی ضرورت ہے۔ صرف زراعت، صنعت، کان کنی، میونسپلٹی جیسے شعبوں میں پانی کے مربوط انتظام کے لیے وسیع تر اصلاحاتی ایجنڈا شروع کرنے سے۔ دیہی گھریلو فراہمی اور ماحولیات پاکستان اپنے مستقبل کے پانی کے انتظام کے چیلنجوں سے نمٹنے کے قابل ہو جائے گا۔

نتائج بحث

آبی تنازعات کی تاریخی وراثت اور ارتقاء کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی بھی محفوظ طریقے سے یہ دلیل دے سکتا ہے کہ پاکستان میں پانی کے انتظام کا موجودہ نظام بین الصوبائی آبی تنازعات کو حل کرنے میں بری طرح ناکام رہا ہے۔ ماضی کے ساتھ تسلسل مسئلہ کو مزید بڑھا دے گا اور مستقبل میں ریاست کی سالمیت کے لیے ایک چیلنج بن سکتا ہے۔ اس لیے یہ مناسب وقت ہے کہ پانی کے انتظام کے روایتی نظام کا جائزہ لیا جائے اور اس کا از سر نو جائزہ لیا جائے اور پانی کے انتظام کے نئے نظام کی تشکیل نو کے لیے وسیع تر ادارہ جاتی اصلاحات لائی جائیں تاکہ بین الصوبائی آبی تنازعات کے مسائل سے نمٹنے کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے پانی کی قلت کے چیلنج سے بھی نمٹا جاسکے۔ تبدیلیاں۔ مسئلے کی نوعیت کثیر الجہتی تحقیق اور مکالمے کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ پانی، سیاست اور شناخت کے اوور لیپنگ نتائج ہوتے ہیں اور ایک کو دوسروں سے الگ کرنے سے صرف ناقص تجزیہ ہو سکتا ہے۔

کچھ خاص اقدامات جو اس سلسلے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں ذیل میں تجویز کیے گئے ہیں۔

- انڈس ریور سسٹم اتھارٹی کو اس کے ڈھانچے کے ساتھ ساتھ فیصلہ سازی کے فریم ورک میں تنظیم نو، بااختیار اور زیادہ نمائندہ بنانے کی ضرورت ہے۔ اسے براہ راست سی سی آئی کی نگرانی میں دیا جانا چاہئے۔ اس کے بجٹ میں بھی اضافہ کیا جائے۔
- چاروں صوبوں میں پانی کے ضیاع سے بچنے کے لیے نہروں کے بنیادی ڈھانچے کو بہتر بنایا جائے۔
- بڑے ڈیموں کا متبادل حل کیا جائے اور تمام اسٹیک ہولڈرز کے درمیان اتفاق رائے پیدا کرکے چھوٹے ڈیم بنانے کی پالیسی وضع کی جائے۔
- سندھ طاس ریاضیاتی ماڈل کو اپ گریڈ کرنے کی ضرورت ہے۔
- پانی کے مسائل سے نمٹنے کے لیے ریسرچ اسٹڈیز کانفرنسز اور سیمینارز کی حوصلہ افزائی اور فنڈنگ کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی پالیسی لنک قائم کیا جانا چاہیے تاکہ پانی کے مسائل پر کام کرنے والے اکیڈمی کے تمام اسٹیک

ہولڈرز کو شامل کیا جاسکے۔

- ماضی کے تعطل اور تنازعات نے اس حقیقت کو ثابت کیا ہے کہ پانی کے انتظام کے موجودہ طریقوں پر صرف نظر ڈالنے سے ہی پاکستان میں پانی کے دیرینہ مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں مزید سنجیدہ اور موثر اقدامات اٹھانا وقت کا تقاضا ہے۔

Bibliography

1. A.Abbas. 1993. *Water Resources Of Pakistan and their Utilization.* Lahore: Miraj Uddin Urdu Bazzar Lahore.
2. A.Memon. 2002. "An overview of History and Impact of Water Issue in Pakistan." *www.worldsindhi.com.*
3. Begum, Iram Khalid and Ishrat. 2013. "Hydro Politics in Pakistan: Perceptions and Misperceptions." *South Asian Studies, Vol 28, No 1 (2013).*
4. Biswas, A.K. 1992. "Indus Water Treaty the Negotiation Process." *Water International* 202.
5. Fisher, W.B. 1971. "The Middle East." *Geography London.*
6. Hussain, M. 2002. "Water Wars: Sindh's Struggle for the Control of Indus Himal ."
7. Magsi, H. 2012. "Water Management, Impact and Conflicts: A Study of Indus Water Distribution in Sindh." *International Journal of Rural Studies* 3-7.
8. Palijo, R.B. 2011. "Sindh,Punjab Water Dispute." *Hyderabad Center For Peace abd Civil Society .*
9. Rajpoot, I.M. 2007. *Water Problems: Perspective from Sindh.* Phd Thesis, Islamabad: Policy and Research Institute.
10. Rinaudo, J. 2001. "Corruption and Water Allocation." *The Case of Public Irrigation In Pskistan Water Policy*, 405-422.
11. Siddique, H.M. 2003. "Interprovincial Water Apportionment Accord- Cordination." *Irrigation and Power Department Punjab .*
12. Abu 'Abdullah Muhammad bin. Isma'il al-Bukhari, *Sahih Bukhari*. Karachi: H.M. Saeed & Company, N.D.
13. Muhammad b. Sa'd, *Kitab al-Tabaqat al-Kubra*. Beirut: Dar al-Fikr, 1957.
14. Nadwi, Muhammad Salman. *Tarikh Ard al-Qur'an*. Karachi: Dar al-Nashr. 1975.
15. Ibn Maja, Abu Abdullah Muhammad b.Yazid Al-*Sunan* Multan: al-Maktabah al-Faruqiyyah.N.D.